تقریر

وہ سخت ذہین وفہیم ہو گا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکھف:110)

کہہ دے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو سمندر ضرور ختم ہو جائیں گے پیشتر اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خواہ ہم بطور مدد اس جیسے اور (سمندر) لے آئیں۔

وہ ہو گا بہت ہی ذہین و فہیم
وہ کلمہ تمجید، دل کا حلیم
کہ عطر رضا سے ممسوح ہے
وہ سارے زمانے کا ممدوح ہے

سامعین کرام! آج مجھے اپنی تقریر میں پیشگوئی مصلح موعود سے حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق ایک علامت **"وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا"** پر روشنی ڈالنی ہے۔

تقریر کی تفصیل میں جانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ذہین اور فہیم کے لغوی معانی بیان کر دوں تا تقریر کے مضمون کو سمجھنا سامعین کے لئے آسان ہو۔ یہ دونوں الفاظ مترادف معلوم ہوتے ہیں ۔ معنوں میں معمولی تبدیلی کے ساتھ اِن کے معانی زکی، زیرک، تیز فہم ، دانشمند، قوتِ ادراک رکھنے والا، عقلمند، سمجھدار، دانا کے ہیں۔ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا میں لکھا ہے۔

"ذہانت (Intelligence) اصل میں عقل (Mind) کی وہ صلاحیت یا خاصیت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ کسی بات یا تجربے کا ادراک و فہم کر سکتی ہو یعنی اُس کو سمجھ سکتی ہو۔ اِس سمجھ بوجھ کے عمل میں بہت سی ذہنی خصوصیات شامل ہوتی ہیں جن میں سبب، منصوبہ، بصیرت اور تجرید (Abstraction) وغیرہ شامل ہیں۔"

سامعین! کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کے دماغ میں مختلف خانے ہوتے ہیں جن سے اُس کی سوچ develop ہوتی ہے۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ کے دماغ کے تیس 30 سے زائد خانے بیک وقت کام کرتے تھے۔ ڈاک بھی دیکھ رہے ہوتے تھے اور اپنے سامنے بیٹھے بے شمار افراد سے اُن کی ڈاک سن کر جواب بھی لکھواتے جاتے تھے۔ یہ بلا کی ذہانت کی علامت تھی۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے موعود فرزند کے مجملہ اور اوصاف کے ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور اس کی تصدیق آپؓ کے باون سالہ زمانہ خلافت کی ایک ایک گھڑی کر رہی ہے اور آپؓ کے شدید مخالفین تک کو اس کا اعتراف ہے۔ ہم عمومی طور پر دیکھتے ہیں کہ مقرر تقریر کرتے یا مضمون لکھتے آخر پر اپنے موضوع کی تائید میں غیروں کے اقتباس پیش کرتا ہے لیکن آج میں اِس رِیت سے ہٹ کر اپنے موضوع کی تائید میں غیروں کے اقوال اور اقتباسات پہلے پیش کروں گا کیونکہ کہتے ہیں وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتِ الْاَعْدَاءُ کہ کسی چیز کی فضیلت وہی ہے جو اُس کے دشمن بیان کریں۔ جیسے احمدیت کو کچلنے کے دعویدار چوہدری افضل حق صاحب نے یوں اعتراف کیا۔

"جس قدر روپے احرار کی مخالفت میں آج قادیان خرچ کر رہا ہے اور جو عظیم الشان دماغ اس کی پشت پر ہے وہ بڑی سے بڑی سلطنت کو پل بھر میں درہم برہم کرنے کے لئے کافی ہے۔"

(اخبار مجاہد 15 اگست 1945ء)

اِسی طرح مسلمانوں کی ایک درس گاہ کے مدرس اعلیٰ ایک غیر از جماعت عالم دین نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سوال پیش کیا کہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ کہا گیا ہے اور خلیل ایک بڑا لقب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔ اس کا جواب جو حضورؓ نے دیا اُس کو یہ غیر احمدی عالم پڑھ کر کہنے لگے کہ مَیں نے یہ سوال ہندوستان کے مختلف عالموں سے پوچھا تھا۔ لیکن میری تسلی نہیں ہوئی تھی۔ یہ جواب جو دیا گیا ہے۔ اس قسم کا جواب فی زمانہ کوئی شخص نہیں دے سکتا۔ جب ان کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی کتاب سیرت خاتم النبیین پڑھنے کے لئے دی گئی تو پڑھ کر فرمایا۔ "یہ سارا خاندان ہی ایسا ہے۔" اور پھر فرمایا۔ میں نے سیرت نبوی مصنفہ مولانا شبلی بھی دیکھی ہے۔ لیکن بعض مواقع پر مرزا صاحب (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب) ان کو بھی مات کر گئے ہیں۔

(الفضل یکم اپریل 1946ء)

سامعین! اسی طرح ایک ترکستانی غیر احمدی عالم و مدرّس، سورہ یونس تا سورہ کہف کی تفسیر کبیر پڑھنے کے بعد کہنے لگے

"بھئی! اس کے لکھنے والا شخص بلا کا ذہین ہے۔"

گویا یہ وہی الفاظ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں ہیں کہ "وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا۔"

(الفضل یکم اپریل 1946ء)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ نے "اسلام میں اختلافات کا آغاز" پر ایک لیکچر 26 فروری 1919ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں ارشاد فرمایا۔ اس جلسہ کے صدر معروف علمی شخصیت جناب سید عبد القادر صاحب ایم اے، مؤرخ اسلام تھے۔ موصوف نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ آج کے لیکچرار اس عزت، اس شہرت اور اِس پائے کے انسان ہیں کہ شاید ہی کوئی صاحب ناواقف ہوں۔ آپ اُس عظیم الشان اور برگزیدہ انسان کے خلف ہیں جنہوں نے تمام مذہبی دنیا اور بالخصوص عیسائی عالَم میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

افتتاحی تقریر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں عبد اللہ ابن سبا اور اس کے باغی اور مفسد ساتھیوں کی سازشوں اور فتنہ انگیزیوں پر اتنی تفصیلی روشنی ڈالی اور تاریخ اسلام کی گمشدہ کڑیوں کو اس طرح منکشف اور مربوط فرما کر سامنے رکھ دیا کہ بڑے بڑے صاحبان علم و فہم بھی حیران رہ گئے۔ تقریر کے اختتام پر صدر مجلس جناب سید عبد القادر صاحب نے فرمایا: "حضرات! میں نے تاریخی اوراق کی کچھ ورق گردانی کی ہے اور آج شام جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر میں اچھی طرح رائے زنی کر سکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفلِ مکتب ہوں۔ پھر اپنی اور حضرت مصلح موعودؓ کی غیر معمولی علمیت کی روشنی کا ایک تقابل کیا اور کہا کہ جس فصاحت اور جس علمیت سے جناب مرزا صاحب نے اسلامی تاریخ کے ایک نہایت مشکل باب پر روشنی ڈالی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔"

سامعین!

1913ء میں غیر از جماعت صحافی جناب محمد اسلم نے حضورؓ سے ملنے کے بعد لکھا: علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم و مدبر ہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے جو رائے اقوام عالَم کے زمانہ ماضی کے واقعات کی بنا پر ظاہر فرمائی وہ نہایت ہی زبردست مدبرانہ پہلو لیے ہوئے تھی۔

حضورؓ نے 1930ء میں کتاب "سائمن کمیشن رپورٹ کے حوالے سے ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کا حل" تحریر فرمائی تو بیسیوں اہل علم نے تعریفی کلمات کہے۔ حاجی عبد اللہ ہارون صاحب ایم ایل اے کراچی نے لکھا: میری رائے میں سیاست کے باب میں جس قدر کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب بہترین تصانیف میں سے ہے۔

اسی طرح سیّد حبیب صاحب مدیر اخبار سیاست نے لکھا: آپؓ کی سیاسی فراست کا ایک زمانہ قائل ہے۔ مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطہ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپؓ نے بہت ہی قابل تعریف کام کیا ہے اور زیر بحث کتاب کے مطالعہ سے آپؓ کی وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپؓ کا طرز بیان سلیس اور قائل کر دینے والا ہوتا ہے اور آپؓ کی زبان بہت شستہ ہے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں: آج 10 اکتوبر 1946ء کی شام کو نئی دہلی میں جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت احمدیہ سے ملنے گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ تک باتیں کیں۔ مرزا صاحب مخلص بھی ہیں، دانش مند بھی ہیں، دُور اندیش بھی ہیں اور بہادرانہ جوش بھی رکھتے ہیں۔

سامعین! حضورؓ نے استحکام پاکستان پر جو لیکچرز دیے اُن میں سے ایک اجلاس کے صدر سر فیروز خان نون تھے جو بعد میں وزیر اعظم بنے۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا: "حضرت صاحب کے دماغ کے اندر علم کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انہوں نے تھوڑے وقت میں ہمیں بہت کچھ بتایا ہے اور نہایت فاضلانہ طریق سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔"

ایک لیکچر کے بعد سر عبد القادر صاحب ایم اے نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا: "حضرت مرزا صاحب کے پُر مغز اور پُر از معلومات لیکچروں کا اصل منشاء یہی ہے کہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کو اس اہم موضوع پر غور و خوض کرنے کی طرف توجہ ہو۔ حضرت مرزا صاحب نے ان لیکچروں کے ذریعہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کی بہت بڑی خدمت کی ہے ہم سب دل سے ان کے ممنون ہیں۔"

احراری لیڈر قاضی احسان احمد کا اعتراف ہے کہ "خلیفہ صاحب اس قدر ذہین ہیں اور ان کا دماغ اتنا اعلیٰ ہے کہ ہماری اسکیمیں فیل کر دیتے ہیں۔"

ہفتہ وار "پارس" کے ایڈیٹر لالہ کرم چند ایک دفعہ قادیان آئے تو واپس جا کر یکے بعد دیگرے کئی مضامین میں حضورؓ کی قیادت، فراست اور شخصیت کا ذکر کیا۔ ایک دوست سے کہنے لگے ہم تو ظفر اللہ کو بڑا آدمی سمجھتے تھے مگر بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سامنے اس کی حیثیت ایک طفل مکتب کی سی ہے۔ ان میں بے پناہ تنظیمی قابلیت ہے، ایسا آدمی بآسانی کسی ریاست کو بام عروج تک لے جا سکتا ہے۔

حضورؓ سے دمشق میں ملاقات کرنے کے بعد ایک عرب صحافی نے لکھا: خلیفہ صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں۔ دونوں آنکھیں ذکاء و ذہانت اور غیر معمولی علم و عقل کی خبر دے رہی ہیں۔ ان کے چہرے کے خدوخال میں آپ یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اس کے کہ آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے۔

سامعین! احمدیت کے خلاف احرار کی تحریک کے دوران انگریز حکومت بھی احرار کی پشت پناہ تھی اور کوشاں تھی کہ کسی طرح حضورؓ پر قانونی گرفت کریں۔ اس مذموم کوشش میں ناکامی پر گورنر پنجاب سر ایمرسن حضورؓ کی خداداد ذہانت اور فراست دیکھ کر حیران تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ عجیب انسان ہے اپنی قوم کو بیدار کرنے اور ابھارنے کے لیے ایسی زبردست تقریر کرتا ہے جو سراسر قابل اعتراض ہوتی ہے مگر آخر میں ایک ہی فقرہ ایسا کہہ جاتا ہے کہ جس سے پہلی تقریر ساری کی ساری ناقابل اعتراض ہو کر رہ جاتی ہے اور ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کر سکتے۔

انگریز حکومت کی اس مخالفانہ روش کے بارے میں حضورؓ نے ایک دفعہ فرمایا: سی آئی ڈی کا ایک چوٹی کا افسر مجھے لاہور میں ملا اور مجھ سے کہا کہ حکومت کے آفیسرز اور گورنر ہر روز مشورہ کرتے ہیں کہ کسی طرح آپ کی کوئی چھوٹی سی بات بنا کر ہی پکڑ لیں مگر اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

مشہور صحافی خواجہ حسن نظامی نے 1933ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے لکھا: ”مرزا محمود احمد اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفہ ہیں۔ آواز بلند اور مضبوط ہے۔ عقل دور اندیش اور ہمہ گیر ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔“

سامعین! ادیب و مؤرخ مولانا غلام رسول مہر صاحب نے کہا: مرزا صاحب (مرزا بشیر الدین محمود احمد) بلا کے ذہین تھے۔ مَیں نے پاک و ہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے جس کا دماغ عملی سیاست میں ایسا کام کرتا ہے جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لوث مشورہ، واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل یہ ان کی خصوصیت تھی۔ ہم یاس و افسردگی کی تصویر بنے اُن سے ملاقات کے لیے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ نااُمیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں اور مقصد میں کامیابی سامنے ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے۔

محقق و ادیب علامہ نیاز فتح پوری نے تفسیر کبیر کے مطالعہ کے بعد لکھا: ”آپ کے تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسن استدلال، آپ کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ مَیں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔“

(مطبوعہ ”الفضل ڈائجسٹ“، الفضل انٹرنیشنل لندن 17 و 24 / فروری 2023ء)

سامعین! وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا کی تائید میں اغیار کے اقوال اور اقتباس سننے کے بعد اب ہم آتے ہیں عنوان کے اُس حصے کی طرف جس میں اِس کے حق میں جماعت کے اندر تائیدی واقعات اور ارشادات بیان ہوں گے۔ حضرت مصلح موعودؓ اپنی عام زندگی میں بھی ایک زیرک انسان تھے۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں برصغیر اور کئی دیگر خطّوں کی مسلم اقوام نے آزادی کی کامیاب جدوجہد کی۔ حضورؓ کو اپنی خداداد ذہانت اور فہم کی بدولت اس سارے عرصے میں ان سارے محاذوں پر انتہائی اہم اور روشن کردار ادا کرنے کا موقع ملا اور بنی نوع انسان نے وسیع پیمانے پر آپؓ سے فیض پایا۔ کیونکہ آپؓ عقل و دانش کی مالکانہ صلاحیتوں کے ہوتے ہوئے قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی کامیاب و کامران زندگی کا ہر قدم یہ گواہی دیتا ہے کہ آپؓ سخت ذہین و فہیم تھے۔ دنیا بھر سے سیاسی راہنما، مسلم قائدین، جماعتی عہدیدار اور مختلف پس منظر رکھنے والے سینکڑوں افراد روزانہ آپؓ سے مشوروں کے طالب ہوتے اور آپؓ کی فہم و فراست اور عقل و دانش سے فیض یاب ہوتے۔

حضرت مصلح موعودؓ کا ذہین و فہیم ہونا کم عمری سے ہی نمایاں تھا۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعودؑ ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے گھر واپس تشریف لائے تو حضرت میاں صاحب سے جن کی عمر اس وقت دس بارہ سال کی ہو گی پوچھا: میاں! یاد بھی ہے کہ آج میں نے کیا تقریر کی تھی؟ میاں صاحب نے اس تقریر کو اپنی سمجھ اور حافظہ کے موافق دہرایا تو حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے: ”خوب یاد رکھا ہے۔“

سامعین! عام زندگی میں بھی آپؓ کی ذہانت اور فراست ہمیشہ حیران کُن رہی۔ گھر میں عطر کی شیشیوں سے بھری چار بڑی الماریوں میں سے کسی خاص عطر کی شیشی کی یوں نشان دہی فرمانا کہ فلاں کونے کی الماری کے فلاں خانے کے بائیں کونے میں کٹ وک کی شیشی رکھی ہے۔ اور گھر سے باہر کیمبل پور جیسی دُور افتادہ جگہ پر اسٹیشن پر جمع احباب کا مقامی شخص کے تعارف کروانے میں غلطی پا کر آپؓ کا ملاقاتی کو صحیح نام سے مخاطب کرنا، سامعین کے لیے حیران کن تجربہ ہوتا۔

تیس سال تک آپؓ کے سیکرٹری رہنے والے مکرم مولانا عبدالرحمٰن انور صاحب بیان کرتے ہیں:

یہ امر اکثر دیکھنے میں آتا رہا ہے کہ بہت لمبی لمبی حساب کی میزانوں کو حضور پلک جھپکنے میں کر لیتے اور پیچیدہ حسابی معاملات تو منٹوں میں حل ہو جاتے۔

حضورؓ میں عام سے واقعات کے پس پردہ بڑے امکانات کو اخذ کرنے کی زبردست صلاحیت تھی۔ چنانچہ آپؓ اگست 1924ء میں چار دن اٹلی میں ٹھہرے تو اس دوران آپؓ نے عام مشاہدے سے جو نتیجہ نکالا وہ آپؓ کے الفاظ میں یوں تھا: اس وقت فاشسٹ پارٹی کا پوری طرح غلبہ نہیں ہوا تھا جس کا علم ہمیں اس طرح ہوا کہ فاشسٹ پارٹی کا یہ نشان تھا کہ وہ سیاہ قمیض پہنتے تھے۔ مگر مَیں نے روم، وینس، اٹلی کے شہروں میں دیکھا کہ بہت کم لوگ تھے جو سیاہ قمیض پہنے ہوئے تھے یا سیاہ ٹائی یا بیج لگائے ہوئے تھے۔

ذہین و فہیم حضورؓ کی اپنی زبانی!

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کو جو دماغی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں، ان کا آپؓ نے خود یوں ذکر فرمایا:

i۔ اگر کوئی پرانی بات بھی میرے مطلب کی ہو تو مجھے بہت یاد رہتی ہے۔ کام کی چیز مجھے بیس سال کے بعد بھی یاد رہتی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اسے پڑھتے یا سنتے وقت میں نے اس کی طرف دماغ کو متوجہ کیا۔ بعض دوستوں کے خطوط کے جواب جب مَیں دو دو تین تین ماہ کے بعد لکھواتا ہوں تو مَیں افسر ڈاک کو بتا دیتا ہوں کہ اس نے یہ نہیں بلکہ یہ لکھا ہے۔

ii۔ میں اپنے تجربے کی بنا پر بھی اور اس علم کی بنا پر جو خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت اور دماغ کے متعلق مجھے دیا ہے اور بغیر اس کے متعلق کوئی کتابیں پڑھنے کے مجھے ایسا باریک علم عطا کیا ہے کہ بسا اوقات وہ الہام کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ انسان کی شکل دیکھتے ہی اس کے تاثرات، جذبات، احساسات ایسے باریک طور پر میرے دل پر منکشف ہو جاتے ہیں کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ وہ الہام خفی ہوتا ہے۔

iii۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے سلطان القلم قرار دیا تھا اس کے مقابلہ میں اس نے مجھے اتنا بولنے کا موقع دیا کہ مجھے سلطان البیان بنا دیا۔

iv۔ کوئی علم ہو خواہ وہ فلسفہ ہو یا علم النفس ہو یا سیاست ہو، مَیں اس پر جب غور کروں گا ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچوں گا... اور چونکہ قرآن مجید کے ماتحت ان علوم کو دیکھتا ہوں اس لیے ہمیشہ صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہوں اور کبھی ایک دفعہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے اپنی رائے کو تبدیل کرنا نہیں پڑا۔

v- میرے ناک کی حس غیر معمولی طور پر تیز ہے یہاں تک کہ میں دودھ سے پہچان جاتا ہوں کہ گائے یا بھینس نے کیا چارہ کھایا ہے۔

حیرت انگیز دانش مندانہ راہنمائی

سامعین! آئیں اب ایک دو واقعات آپؓ کی ذہانت کے ملاحظہ فرمائیں۔ حضورؓ نے اپنی خداداد دانش اور فہم رسا کی بدولت اُمّت مسلمہ کی بہتری کی خاطر قومی اور ملکی معاملات پر گہری نظر رکھ کر ان کا حل تجویز فرمایا جیسے

i- **ترکی حکومت کا خاتمہ:** جنگ عظیم اوّل میں ترکی کی اسلامی حکومت کا جرمنوں سے اشتراک کر کے میدان جنگ میں کود پڑنا اپنے نتائج کے لحاظ سے بعد میں پوری اُمّت مسلمہ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوا۔ آپؓ نے اس کے نتیجہ کو بھانپ کر فرمایا: اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ترکوں کو ان کی بداعمالیوں اور ظلموں کی سزا دینا چاہتا ہے۔

جنگ میں فتح کے بعد اتحادیوں نے انتہائی غیر منصفانہ انداز میں سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیے اور دیگر ذلّت آمیز شرائط مسلّط کیں۔ اس کے ردّ عمل کے طور پر ہندوستان میں ہجرت، جہاد اور ترک موالات کی تجاویز پیش ہوئیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان سب تجاویز کو مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ دیکھا اور جمعیت العلمائے ہند کے لیڈر مولانا عبد الباری فرنگی محل کی دعوت پر خلافت کمیٹی کے تحت منعقدہ کانفرنس 1920ء کے لیے ایک رسالہ بعنوان "معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ رویہ" میں ان مضرات کو درج فرمایا۔ جس میں منجملہ یہ بھی لکھا: اس تجویز پر عمل کر کے مسلمانوں کی رہی سہی طاقت بھی ٹوٹ جاوے گی۔ پس سوائے اس کے کہ اس فیصلہ سے لاکھوں مسلمان اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھیں اور تعلیم سے محروم ہو جاویں اور اپنے حقوق کو جو پہلے ہی تلف ہو رہے ہیں اَور خطرہ میں ڈال دیں اَور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔

تاہم حضورؓ کی رائے کو نظر انداز کر کے مسلمان لیڈروں نے مسٹر گاندھی کی قیادت میں یکم اگست 1920ء کو عدم تعاون کی تحریک شروع کر دی اور ساتھ ہی مسٹر گاندھی کی مدح سرائی بھی۔ مولوی مودودی نے "سیرت گاندھی" پر کتاب لکھی۔ مولوی ظفر علی خان نے کہا: مہاتما گاندھی نے مسلمانوں پر جو احسان کیے ہیں ان کا عوض ہم نہیں دے سکتے۔ ہمارے پاس زر نہیں، جان جب چاہیں ہم حاضر ہیں۔

لیکن نتائج وہی نکلے جیسے حضورؓ نے خیال کیے تھے۔ چنانچہ اٹھارہ ہزار مسلمان اپنا گھر بار اور اسباب اونے پونے بیچ کر افغانستان ہجرت کر گئے۔ وہاں سے واپس کیے گئے تو کچھ مر کھپ گئے، باقی تباہ حال، درماندہ، قلاش اور تہی دست واپس پہنچے۔ اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں۔

ii- **تحفظِ ناموسِ رسالت:** 1927ء میں ہندوستان میں ایک آریہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک توہین آمیز کتاب "رنگیلا رسول" اور ایک ہندو رسالہ "ورتمان" میں ایک ہتک آمیز مضمون شائع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ان ناپاک حملوں کی روک تھام اور ان کے دفاع کے لیے حضورؓ نے مسلمانان ہند کی راہنمائی فرمائی۔ حضورؓ کی اس دانشمندانہ قیادت کا اس زمانے کے انصاف پسند مسلم پریس نے برملا اعتراف کیا۔ مثلاً اخبار "مشرق" نے لکھا: جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے ورتمان پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا سرفروشی کی اور جیل خانہ جانے سے خوف نہ کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر پنجاب کو انصاف اور عدل کی طرف مائل کیا۔

سامعین! جب ورتمان کے مقدمے میں مجرمان کو سزائیں ہوئیں تو یہ عام طور پر خوشی کا موقع اور جدوجہد کا ماحصل سمجھا گیا۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کا دانش مندانہ ردّ عمل یوں شائع ہوا: میرا دل غمگین ہے کیونکہ میں اپنے آقا اپنے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال جیل خانہ کو نہیں قرار دیتا۔ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اس کی قیمت قرار دیا جائے کیونکہ میرا آقا دنیا کو جِلا دینے کے لیے آیا تھا، نہ کہ مارنے کے لیے۔ پس میں اپنے نفس سے شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص اس صداقت پر اطلاع پاتے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی تو کیوں گالیاں دے کر برباد ہوتے؟ پس میں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا۔ اور میرے لیے اس وقت تک خوشی نہیں جب تک تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکل کر اس کی جگہ آپؐ کی محبت قائم نہ ہو جائے۔

عالم اسلام کی فلاح و بہبود

سامعین! عالم اسلام کے دیگر ممالک بھی آپؓ کے فہم و تدبر سے متمتع ہوئے۔ اِس حوالے سے مکرم جمیل احمد بٹ صاحب لکھتے ہیں۔

i- آپؓ نے ایک موقع پر سلطان ابن سعود کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا۔ آپ ایک سمجھ دار بادشاہ ہیں مگر بوجہ اس کے کہ یورپین تاریخ سے اتنی واقفیت نہیں رکھتے وہ یورپین اصطلاحات کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ ایک دفعہ جب وہ اٹلی سے معاہدہ کرنے لگے تو ایک شخص کو جو اُن کے ملنے والوں میں سے تھے، اُن کو مَیں نے کہا کہ میری طرف سے سلطان ابن سعود کو یہ پیغام پہنچا دینا کہ معاہدہ کرتے وقت بہت احتیاط سے کام لیں یورپین اقوام کی عادت ہے کہ وہ الفاظ نہایت نرم اختیار کرتی ہیں مگر ان کے مطالب نہایت سخت ہوتے ہیں۔

ii- **فلسطین میں یہود کی آبادی:** فلسطین میں اسرائیل کا قیام اس اسکیم کا منطقی نتیجہ تھا جس کے تحت مغربی طاقتوں نے اس سے پہلے سالوں میں اس خطے میں یہود کو بکثرت آباد کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے فہم و فراست سے اس سازش کو ابتدا ہی میں بھانپ لیا اور 1945ء میں اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے فرمایا: صدر ٹرومین تاریں دے رہے ہیں کہ یہود کو فلسطین میں آباد ہونے دیا جائے۔ وہ خود 51 لاکھ مربع میل کے ملک پر قابض ہیں مگر اپنے ہاں یہودیوں کو آباد نہیں ہونے دیتے اور فلسطین کا علاقہ زیادہ سے زیادہ 50 ہزار مربع میل سمجھ لو وہاں یہود کے آباد کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہودی ہمارے ہاں آ بسیں بلکہ کہتے ہیں کہ یہود کو فلسطین میں بسنے دو ورنہ وہ کہاں جائیں۔ یہ کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی اور دنیا میں کوئی نہیں پوچھتا کہ 99 گُنا زیادہ علاقہ رکھتے ہوئے امریکہ، 99 گُنا زیادہ علاقہ رکھتے ہوئے آسٹریلیا اور 99 گُنا زیادہ علاقے کی کالونیز رکھتے ہوئے انگریز کیوں یہود کو اپنے ممالک میں بسانے کے لیے تیار نہیں؟

برصغیر کے مسلمانوں کی خیر خواہی

i۔ مسلم لیگ اور کانگریس نے 1913ء میں میثاق لکھنؤ کے تحت ہر صوبے میں اقلیتوں کو زیادہ نشستیں دینے کے فارمولے پر اتفاق کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی فراست سے سب سے پہلے یہ محسوس کیا کہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا۔ چنانچہ ایک احمدی وفد نے وزیر ہند مسٹر مانٹیگو سے ملاقات کی اور یہ تجویز کیا کہ کوئی ایسا طریق انتخاب نہ اختیار کیا جائے جس سے کم اکثریت رکھنے والی جماعت کو نقصان پہنچے۔ یہ درست رائے تھی اور بالآخر قائداعظم نے 1929ء میں اپنے 14 نکات میں تیسرے نمبر پر اسے شامل کیا۔

ii۔ ہندو مسلم فسادات کے پس منظر میں 14 نومبر 1923ء کو لاہور میں ایک پبلک لیکچر میں حضورؓ نے مسلمانوں کے لیے سات خود حفاظتی اقدامات تجویز کیے اور ہندو مسلم صلح کے لیے سات اصول بیان فرمائے۔ اس جلسہ کے صدر خان بہادر عبدالقادر صاحب تھے جنہوں نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا: مرزا صاحب نے جامع اور پُر مغز تقریر فرمائی ہے اور اتفاق واتحاد کے ہر پہلو پر نگاہ ڈالی ہے۔

iii۔ حضرت مصلح موعودؓ کو لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 23 مئی 1924ء میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ آپؓ نے اس موقع پر ایک اہم رسالہ بعنوان ''اساس الاتحاد'' تحریر فرمایا جو وہاں تقسیم کیا گیا۔ آپؓ کا پیغام تھا کہ مسلم لیگ کا دروازہ ہر مسلمان کہلانے والے کے لیے کھلا رکھا جائے۔ آپؓ کا یہ مشورہ بالآخر مسلم لیگ نے تسلیم کیا اور مسلم لیگ کانفرنس میرٹھ میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کا اعلان کیا۔

جدوجہد آزادی میں قدم بقدم راہنمائی

سامعین کرام! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر برصغیر کی آزادی کی جدوجہد میں حضرت مصلح موعودؓ نے جو مسلمانانِ ہند کی راہنمائی فرمائی کی طرف آتا ہوں۔ سب سے پہلے حق رائے دہی کو لیتے ہیں کیونکہ برصغیر میں تمام مسلم راہنما بشمول قائداعظم ایک عرصہ تک مخلوط طریق انتخاب کے حامی رہے جبکہ حضورؓ کی رائے ابتدا ہی سے جداگانہ طریق انتخاب کے حق میں تھی۔ جولائی 1925ء میں آپؓ نے آل مسلم پارٹیز کانفرنس منعقدہ امرتسر کے لیے اپنے پیغام میں فرمایا: مسلمانوں کی کمزوری، ہندوؤں کا کُل شعبوں پر قبضہ اور مسلمانوں کی ترقی کے راستے بند کر دینا۔ یہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ جب تک اس حالت کی اصلاح نہ ہو جائے جداگانہ حق نیابت کا مطالبہ کریں۔ پھر ستمبر 1927ء میں شملہ میں منعقدہ اتحاد کانفرنس میں آپؓ نے اس مؤقف کو دہرایا کہ ہمارے خیال میں مخلوط انتخاب کا طریقہ مسلم مفاد کے لیے خطرناک ہے۔ نیز شملہ میں قیام کے دوران ہی آپؓ نے قائداعظم کو جداگانہ انتخاب پر قائل کرنے کے لیے ان کے ساتھ ایک ملاقات بھی کی۔ نیز **سائمن کمیشن کا** قائداعظم اور مولانا محمد علی جوہر سمیت مسلمان راہنماؤں بائیکاٹ کو حضورؓ نے ہندوؤں کی خطرناک چال اور اسے مسلم مفاد کے سراسر خلاف قرار دیا

قائداعظم کی واپسی: پہلی گول میز کانفرنس کے دوران ہندو لیڈروں کے رویہ سے مایوس ہو کر قائداعظم نے ہندوستان چھوڑ کر لندن میں رہائش اختیار کرلی۔ ان کا مسلمانوں کی قیادت سے یوں دست کش ہو جانا ہندوؤں اور کانگریس نواز مسلمانوں کو بہت پسند آیا۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی دُور رس نگاہ نے اس فیصلہ کے مضمرات کو واضح طور پر دیکھا۔ اور حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ کے ذریعے قائداعظم پر یہ فیصلہ واپس لینے پر زور دیا۔ چنانچہ قائداعظم نے مسجد فضل لندن میں ایک تقریب کے دوران امام صاحب کی فصیح وبلیغ ترغیب کے نتیجے میں اپنا فیصلہ واپس لے لیا۔

کرپس مشن کی ناکامی اور لارڈ ویول فارمولا: 1942ء میں کرپس مشن کی ناکامی کے بعد آزادئ ہند کے معاملے میں تعطل آگیا جو کسی کے لیے خوش آئند نہ تھا۔ بالآخر حضرت مصلح موعودؓ نے 12 جنوری 1945ء کو اپنے خطبہ جمعہ میں انگلستان اور ہندوستان کو مفاہمت کی تحریک کی۔ آپؓ نے یہ پیش خبری بھی کی کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ہوا میں اڑنے والی آواز کو بھی لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے۔ چنانچہ یہ آواز سنی گئی اور اثر پذیر ہوئی۔ اور وائسرائے ہند لارڈ ویول نے انگلستان میں طویل مشورے کے بعد 14 جون 1945ء کو آزادی کا نیا فارمولا پیش کیا تو حضورؓ نے 22/جون کو اپنے خطبہ جمعہ میں ہندوستان کے تمام سیاسی لیڈروں کو انگلستان کی طرف سے صلح کے ہاتھ کو تھام لینے کا پیغام دیا۔ آپؓ کے اس پیغام پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لکھا: چالیس کروڑ ہندوستانیوں کو غلامی سے آزاد کرانے کا ولولہ جس قدر خلیفہ جی کی اس تقریر میں پایا جاتا ہے وہ گاندھی جی کی تقریر میں بھی نہیں ملے گا۔

سامعین! عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کی مساعی اور کوشش کے بعد جب

3/جون 1947ء کے آزادئ ہند کے اعلان میں پنجاب کی تقسیم کی تجویز میں بظاہر سکھوں کا مفاد پیش نظر رکھا گیا تھا۔ تو حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی دُور اندیشی سے اس موقع پر ''سکھ قوم کے نام دردمندانہ اپیل'' کے عنوان سے 17 جون 1947ء کو ایک ٹریکٹ لکھا جو دس دس ہزار کی تعداد میں اردو اور گورمکھی میں شائع کیا گیا۔ آپؓ کی یہ تجویز فہم وتدبر اور سیاسی بصیرت وفراست کا شاہکار ہے جس میں آپؓ نے اعداد وشمار اور دلائل سے سکھوں پر یہ واضح کیا کہ انہیں پنجاب کی تقسیم سے کیا کیا نقصان ہو گا اور انہیں مشورہ دیا کہ اپنے مفاد میں وہ قائداعظم اور مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرلیں اور یقینی نقصان سے بچ جائیں۔

راہنمائی بابت استحکام پاکستان

حضرت مصلح موعودؓ کے فہم وادراک کا ایک انتہائی حیرت انگیز اظہار وہ اہم راہنمائی ہے جو آپؓ نے قیام پاکستان کے فوراً بعد استحکام اور ترقی پاکستان کے لیے عطا فرمائی۔ اس غرض سے آپؓ نے ستمبر 1947ء سے جنوری 1948ء کے دوران لاہور میں دانشوروں سے خطاب فرمائے۔ اسی دوران اخبار الفضل میں 25 اداریے بھی رقم فرمائے۔ مارچ واپریل 1948ء میں راولپنڈی، کراچی، پشاور اور کوئٹہ تشریف لے جاکر عام جلسوں میں کمال درجے کی راہنمائی فرمائی۔ مثلاً **توانائی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے** حضورؓ نے جنگلات اور چراگاہوں کے ذریعہ سوختنی لکڑی کی فراہمی کا ایک مربوط نظام تجویز فرمایا۔ نیز اگر کوشش کی جائے تو بلوچستان میں اتنا پیٹرول مل سکتا ہے کہ وہ ابادان کو بھی مات کر دے گا۔ اسی طرح کوئلہ کی کانوں کے لیے جستجو اور تلاش جاری رکھی جائے تو پاکستان اپنی جملہ ضروریات کا خود کفیل ہو جائے گا۔ اور کوئلہ، پیٹرول اور دیگر دھاتیں کافی تعداد میں موجود ہیں لیکن ابھی تک گمشدگی کی حالت میں ہیں اس کے لیے مکمل غور وخوض کی فوری ضرورت ہے۔ دسمبر 1947ء میں حضورؓ نے اپنے ایک خطاب میں ایٹمی توانائی کے حصول کی طرف بھی توجہ دلائی۔

نہری نظام: آپؓ کی دُور رس نگاہ زرعی ترقی کے لیے موجود نہری نظام کی دیکھ بھال اور بہتری کی اہمیت اور نصف صدی بعد کے درکار مسائل کو گویا دیکھ رہی تھی۔ آپؓ نے اپنی تقاریر میں اس کو بھی موضوع بنایا۔ اخبار زمیندار نے لکھا: مرزا صاحب نے زراعت کے سلسلے میں ذرائع آب پاشی، خصوصاً نہروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ پچاس سال بعد نہروں کے خراب ہو جانے کے باعث پاکستان کی زراعت کو سخت خطرہ ہے جس کے تدارک کے لیے سائنس کے اصولوں پر کام کرنے کے لیے اتنے اخراجات کا احتمال ہے۔

حضورؓ کی تقریر کے حوالہ سے دو اخبارات "نوائے وقت" اور "نظام" نے بالترتیب لکھا:

"مرزا بشیر الدین نے پاکستان کی زرعی پوزیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے بیکار زمینوں کو فوراً آباد کرنے پر زور دیا۔"

"اگر شاہ پور، جھنگ، شکر گڑھ، سرحد کے کچھ اضلاع اور پورے سندھ میں (موجودہ ترقی یافتہ طریقوں پر) زراعتی پیداوار کی طرف دھیان دیا جائے تو ہماری زرعی پیداوار قابل رشک ہو جائے گی۔"

v۔ **قومی زبان اردو کی ترویج:** حضورؓ نے راہنمائی فرمائی: "مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ اس سلسلہ میں مشرقی پاکستان پر زور نہ دیا جائے کہ وہ ضرور اردو کو ذریعہ تعلیم بنائے ورنہ وہ پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا کیونکہ وہاں کے باشندوں کو بنگالی زبان سے ایک قسم کا عشق ہے۔"

مزید فرمایا: "اردو زبان کو لینگوا فرینکا (Lingua Franca) قرار دیا جائے۔"

vi۔ **بحری دفاع:** حضورؓ کی دانشمندانہ رائے تھی کہ "بغیر سمندری طاقت کے صحیح معنوں میں آزادی مل ہی نہیں سکتی۔" چنانچہ ملک کے بحری دفاع کی مضبوطی کے لیے آپؓ نے فرمایا کہ تارپیڈو کا کام سکھانے اور میکینکل ٹریننگ کے لیے کوئی اسکول موجود نہیں ہے۔ یہ اسکول فوری طور پر قائم ہونے چاہئیں۔ پاکستان کو آبدوز کشتیاں، سرنگ بچھانے والے، سرنگیں صاف کرنے والے، تباہ کن جہاز اور طیارہ بردار جہاز حاصل کرنے کے لیے فوری طور پر قدم اٹھانا چاہیے۔ تجارتی بیڑہ قائم کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس وقت تمام بحری تجارتی کمپنیاں غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں۔

vii۔ **خارجہ پالیسی:** آپؓ کی دُور اندیش نگاہوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بارے میں جو راہنمائی فرمائی گزرتے وقت نے اس کا درست ہونا خوب ظاہر کر دیا۔ فرمایا: "ہندوستان سے باعزت صلح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور خود کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیے کہ یہ تعلقات خراب ہوں۔ برطانیہ اور امریکہ سے بھی خوشگوار تعلقات رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے لیکن ان کی چالوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ روس کے متعلق بھی امن پسندانہ رویہ رکھنا چاہیے اور اپنی طرف سے کوئی وجہ اشتعال پیدا نہ ہونے دینی چاہیے۔ عرب ممالک سے زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات رکھنے چاہئیں۔ عراق اور شام کے ساتھ ریل کے ذریعہ پاکستان کا اتصال قائم کرنا ضروری ہے۔ برما اور سیلون کے ساتھ بہت آسانی سے گہرے سیاسی تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں، یہ مشرقی پاکستان کی مدد کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اسپین، ارجنٹائن، جاپان، آسٹریلیا، ابی سینا اور ایسٹ افریقہ سے بھی دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

سامعین! پس وحی الٰہی کے عین مطابق حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے ایک انتہائی روشن دماغ عطا فرمایا تھا اور آپؓ الہامی الفاظ کے تمام مفاہیم کے مطابق ایک سخت ذہین وفہیم وجود تھے۔ اس پیش گوئی کا یوں لفظ بہ لفظ اس شان سے پورا ہونا جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی روشن دلیل ہے وہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بھی ایک عظیم دلیل ہے۔

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے
مجتمع ہیں ذات میں تیری دو گونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیٔ مسعود ہے

(اس تقریر کی تیاری میں مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کے ایک مضمون مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ 4 تا 6 مارچ 2005ء سے مدد لی گئی ہے)

✡✡✡✡